اقبال کی اردو نظموں میں تذکرہ مسیح علیہ السلام کی معنویت

انورالحق۔ لیکچرار، شعبہ اردو، جامعہ پشاور

نازیہ شاہد

Abstract:

The meaningful and reiterate adduce of Hazrat Isa (A.H) in Urdu poetry of Allama Muhammad Iqbal explains different shades of his Islamic and revolutionary thoughts. In the Nazm's of his first Urdu poetry book named ''Bang e Dara'' he illustrates the nature OF ishq e haqiqi through the help of this historic character. In bal e Jibraeel(second book of poetry) he defines the true goals of Islam through this character .in Armaghan e Hijaz he gives a revolutionary touch to this historic character and calls Karal Marx ''Maseeh e Besaleeb''. In this research article the researcher has shed light on this great personality of history and its ideality in iqbal's Urdu poetry.

کلیدی الفاظ: انبیا کرام، اقبال، مسیح، اردو نظم،

دیگر انبیائے کرام کی مانند حضرت عیسیٰؑ کا کردار بھی ''بانگِ درا'' کی تین نظموں (التجائے مسافر، شفاخانہ حجاز، محبت)، ''بالِ جبریل'' کی ایک نظم ''پیر و مرید'' اور ''ارمغانِ حجاز'' کی دو نظموں (ابلیس کی مجلسِ شوریٰ۔ مسعود مرحوم) کے علاوہ علامہ کی کئی ایک نظموں میں ایک خاص انداز میں مذکور ہوا ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ عیسیٰؑ (جو مسیح، مسیحا اور ابنِ مریم وغیرہ کے القابات کے ساتھ بھی استعمال کیا گیا ہے) کا کردار اُردو شاعری یا اُردو نظم کے لیے کوئی نیا کردار نہیں، لیکن علامہ نے دیگر انبیائے کرام کی مانند حضرت عیسیٰؑ کے کردار کو بھی معنی آفریں انداز میں اپنی نظموں میں برتا ہے۔ ''اقبال کے نزدیک عیسیٰؑ وہ فطین ہستی ہیں جنھوں نے زندگی کی عمیق ترین حقیقتوں کو سادہ حکایتوں اور تمثیلوں کی شکل میں واضح کیا ہے، اور محبت کی ماہیت کا دُرست ادراک کیا ہے۔''(۱) اِسی لیے اُن کی نظموں میں مذکورہ کردار ایک توانا و جان دار انداز میں علامہ کی مختلف فکری رویّوں کا تانا بانا خوب صورت انداز میں تیار کرتا نظر آتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کردار علامہ کی نظموں میں پہلی دفعہ ''بانگِ درا'' کی نظم ''التجائے مسافر'' کے پہلے بند کے تیسرے شعر میں یوں آیا ہے؛

تری لحد کی زیارت ہے زندگی دلی کی
مسیحؑ و خضرؑ سے اُونچا مقام ہے تیرا

(بانگِ دراص:۱۵۴)

درج شُدہ شعر کا پسِ منظر کچھ یوں ہے کہ علامہ جب یورپ جا رہے تھے تو:۲/ستمبر:۱۹۰۵ء کو حضرت نظام الدین محبوبِ الٰہی کے مزار پر حاضر ہو کر یہ دل آویز نظم کہی،''۱۲''اشعار پر مشتمل اِس نظم میں علامہ نے اِس عظیم صوفی بزرگ کو زبردست خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے مذکورہ شعر لکھا،مزارِ مقدّس پر حاضری کے متعلق علامہ خود لکھتے ہیں؛

''میں جب بھی کبھی دہلی آتا ہوں تو میرا یہ دستور رہا ہے کہ ہمیشہ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی کے مزار پر جایا کرتا ہوں۔''۔(۲)

علامہ زندگی بھر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کا راگ الاپتے رہے،یوں تو عشق و محبت کی ماہیت و نوعیت سے اُن کا سارا کلام بھرا پڑا ہے،لیکن ''بانگِ درا'' کی نظم ''محبت'' اِس حوالے سے یقیناً قابلِ داد نظم ہے،جس میں علامہ نے محبت کے اجزائے ترکیبی میں بجلی کی تڑپ اور حور کی پاکیزگی کے علاوہ ''نفس ہائے ابنِ مریم'' کو محبت کا اہم ترین جُز گردانا ہے،اِس (محبت کے) حوالے سے وہ کہتے ہیں؛

تڑپ بجلی سے پائی ، حور سے پاکیزگی پائی
حرارت لی نفس ہائے مسیحِ ابنِ مریم سے

(بانگِ دراص:۱۷۴)

لیکن اِس محبت کے حقیقی مرکز کی نشان دہی بھی وہ درج ذیل شعر میں یوں کرتے ہیں؛

دار الشفا حوالئ بطحا میں چاہیے
نبضِ مریض پنجہ عیسیٰ میں چاہیے

(بانگِ دراص:۲۹۴)

''

بالِ جبریل''، کی نظموں میں ''حضرت عیسیٰؑ''، کا کردار معروف نظم ''پیر و مرید'' کے چودھویں مکالمے میں یوں مذکور ہے کہ مرید ہندی (اقبال) دینِ اسلام کی غایت کے بارے میں پوچھتا ہے کہ ؛

کاروبارِ خسروی یا راہبی
کیا ہے آخر غایتِ دینِ نبیؐ
(بالِ جبریل ص:۴۷۵)

پیر رومی (مولانا روم) جواب دیتے ہیں؛

مصلحت در دینِ ما جنگ و شکوہ
مصلحت در دینِ عیسیٰؑ غار و کوہ

(بالِ جبریل ص:۴۷۵)

درج شُدہ سوال و جواب پر آگے مولانا روم کے کردار کے ضمن میں تفصیلی بحث ہو گی، لیکن سرِ دست اس سے '' مراد یہ ہے کہ درویشی اور ترکِ دُنیا، یا حکومت اور فرماں روائی بجائے خود کوئی نصب العین نہیں، اصل مدعا یہ ہے کہ خُدا کا دین سب تک پہنچایا جائے اور اس کی پابندی میں فرق نہ آئے۔''۔(۳)

''بالِ جبریل''، میں پیر و مرید کے علاوہ عیسیٰؑ کا کردار ''ارمغانِ حجاز'' کے بند نمبر ''۴''، میں ایک دفعہ، جب کہ بند نمبر ''۸''، میں دو دفعہ بالترتیب یوں آیا ہے؛

وہ کلیمؑ بے تجلی، وہ مسیحؑ بے صلیب
نیست پیغمبر و لیکن در بغل دارد کتاب

(ارمغانِ حجاز ص:۸۱۴)

ابنِ مریم مر گیا یا زندہ جاوید ہے
ہیں صفاتِ ذاتِ حق، حق سے جدا یا عینِ ذات
آنے والے سے مسیحِ ناصری مقصود ہے
یا مجدد جس میں ہوں فرزندِ مریم کے صفات؟

(ارمغانِ حجاز ص:۱۲۸)

درج شُدہ اشعار میں پہلا شعر نظم ''ابلیس کی مجلسِ شوریٰ'' کے چوتھے بند کا دوسرا شعر ہے، جس میں علامہ نے اشتراکیت کے بانی ''کارل مارکس'' کے لیے ''کلیمِ بے تجلّی''اور ''مسیحِ بے صلیب'' کے استعارے استعمال کیے ہیں، جس پر تفصیلی بحث آگے کارل مارکس کے کردار کے تناظر میں ہوگی، البتہ شعر کا مختصر پسِ منظر یوں ہے کہ تیسرا مشیر ابلیس کے سامنے یہ اندیشہ ظاہر کرتا ہے کہ ''کارل مارکس نے ایسا نظام (اشتراکیت) مرتب کیا کہ اگر دُنیا اُسے قبول کرلے تو ابلیسی نظام یقیناً تہہ و بالا ہوجائے گا۔۔۔ ''مسیحِ بے صلیب'' سے مراد یہ ہے کہ اشتراکیت کے بانی کی زندگی بھی جنابِ مسیحؑ کی مانند بہت عسرت میں بسر ہوئی اور دوسری مشابہت یہ ہے کہ اس نے بھی غریبوں اور مسکینوں کو خوش خبری سنائی، مسیحؑ کی طرح مارکس بھی مزدوروں اور فاقہ کشوں کا ہم درد تھا، فرق یہ ہے کہ مسیحؑ کو بقول نصاریٰ، یہود نے مصلوب کردیا، لیکن مارکس اس حادثے سے محفوظ رہا۔''۔(۴) بہر حال یہ تو مذکورہ بالا شعر کی اپنی نوعیت کی تاویل ہے ورنہ کُجا حضرت عیسیٰؑ جیسی عظیم ہستی اور کُجا مارکس جیسا سخت ملحد و بے دین۔ لیکن اس سے انکار ممکن نہیں کہ اشتراکیوں نے یقیناً کارل مارکس کو پیغمبر کا درجہ دیا۔

باقی دو شعروں کا سیاق وسباق کچھ یوں ہے کہ مذکورہ اشعار نظم (ابلیس کی مجلس شوریٰ) کے آٹھویں بند کے شعر ۲ اور شعر ۳ ہیں اور یہ بند ابلیس کی آخری تقریر کا تیسرا (آخری) حصہ ہے، اِس سے ماقبل بند کے آخری شعر میں علامہ ابلیس کی زبان سے شوریٰ (آج کی پوری دُنیا) کے سامنے ذیل کا شعر کہلواتے ہیں، جو عہد حاضر کے کم فہم، رجعت پرست اور تنگ ذہن مسلمانوں کے حوالے سے سو فیصد درست ہے۔ شعر یوں ہے؛

ہے یہی بہتر اِلٰہیات میں اُلجھا رہے
یہ کتابُ اللہ کی تاویلات میں اُلجھا رہے

(ارمغانِ حجاز ص:۱۲۸)

موضوع کی فکری گرہ کشائی کے لیے ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' کے اس پورے بند (بند نمبر ۸) کو دیکھنا پڑے گا جس میں درج بالا شعر آیا ہے۔

مذکورہ نظم میں بند نمبر ''آٹھ''میں درج ذیل الٰہیات بیان ہوئے ہیں:

۱۔ عیسیٰؑ مصلوب ہوئے یا نہیں؟ وفات پا چکے ہیں یا زندہ ہیں۔؟

۲۔ احادیث میں جو نزولِ مسیحؑ کا تذکرہ پایا جاتا ہے، تو مسیحؑ سے در حقیقت کیا مراد ہے؟، وہی مسیحؑ ابنِ مریم نازل ہوں گے یا اِس اُمت کا کوئی شخص پیدا ہوگا جس میں اُسؑ (حضرت موسیٰؑ) کی صفات جلوہ گر ہوں گی؟

۳۔ خُدا کی ذات اور صفات میں باہم دگر کیا علاقہ ہے؟، آیا ذاتِ باری عین صفات ہے یا غیر ہے؟، اگر صفات عین ذات ہیں تو اُن کا تحقیق کیسے ہوگا؟، اور غیر ذات ہیں تو توحید کا اثبات کیسے ہوگا؟، ذاتِ باری تعالیٰ موجود ہے یا نہیں؟، اگر موجود ہے تو وجود کا ذات سے کیا تعلق ہے؟، وجود عینِ ذات ہے یا زائد بر ذات ہے یا غیر ذات ہے؟''۔(۵) وغیرہ، بہر حال علامہ کو دُکھ اِس بات کا تھا کہ مسلمان اسلام کے حقیقی و عملی تعلیمات اور وظائف کو فراموش کر کے محض الٰہیات کے کھوکھلے فلسفیانہ مباحث میں اُلجھ کر رہ گئے ہیں۔

علامہ کے نزدیک ''مسیحیت'' یا ''عیسائیت'' اپنی اصلی حقیقی اور بنیادی شکل میں رُوحانیت سے وابستہ ہے، رُوحانیت ایک مکمل اکائی اور نظام ہے، اِسی لیے مسیحیت اور مسیحائی علامہ کی نظموں میں ایک خاص انداز میں اُبھرتی ہے تو وہ اپنا دوٹوک فیصلہ یوں سناتے ہیں؛

جہاں کی رُوحِ رواں لا اِلٰہ الا ھو!
مسیحؑ و میخ و چلیپا، یہ ماجرا کیا ہے؟

(ارمغانِ حجاز:۲۳۸)

حضرت عیسیٰؑ کے حوالے سے علامہ نے جو فکری نقوش قارئین کے اذہان پر ثبت کرنے کی کوشش کی ہے، اِس حوالے سے زیب النسا سرویا کی درج ذیل رائے قابلِ ذکر ہے، وہ لکھتی ہیں؛

''حضرت عیسیٰؑ پر کہے گئے تمام اشعار کو ایک خاص ترتیب سے پڑھا جائے تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ اقبال اِن اشعار کے ذریعے بالخصوص عیسائیوں کو ایک خاص پیغام دینا چاہتے ہیں اور وہ پیغام ہے مسیحؑ کی سچی، حقیقی اور اصلی تعلیمات کی پیروی کا، کہ اگر عیسائی صرف حضرت عیسیٰؑ کی سچی، حقیقی اور اصلی تعلیمات کی پیروی کر لیں تو اُن کی تقدیر بدل جائے، کام یابی اُن کا مقدر بن جائے، کیوں کہ اقبال کی نظر میں عیسائیت کی حقیقی و اصلی تعلیمات در حقیقت اسلام ہی کی تعلیمات ہیں کہ اسلام از آدمؑ تا محمد ﷺ ایک ہی ہے، اِس لحاظ سے مسلمان کے دل میں عشقِ رسول ﷺ

موج زن ہونا ضروری ہے کہ اِسی کی بدولت وہ انسانیت کی مسیحائی کا فریضہ انجام دے سکتا ہے۔''۔(۶)

حوالہ جات

۱۔ بصیرہ عنبرین، ڈاکٹر، محسناتِ شعرِ اقبال، لاہور، بزمِ اقبال: ۲۰۱۰ء، ص: ۲۴۴

۲۔ نذیر نیازی، سید، اقبال کے حضور، کراچی، اقبال اکادمی: ۱۹۷۱ء، ص: ۱۲۵

۳۔ مہر، مولانا غلام رسول، شرحِ بالِ جبریل، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز: ۱۹۹۷ئ، ص: ۲۶۸

۴۔ یوسف سلیم چشتی، پروفیسر، شرح ارمغانِ حجاز، لاہور، مکتبہ تعمیرِ انسانیت: س ن ص: ۳۲

۵۔ ایضاً، ص: ۳۸

۶۔ سرویا، زیب النسا، کلام اقبال میں انبیائے کرام کا تذکرہ، لاہور، اقبال اکادمی: ۲۰۱۲ء، ص: ۳۷۹